

ڈاکٹر وحید الدین *

عدل اور عدلیہ

اس وقت ملک عدالت عظمیٰ کے بحران میں پھنسا ہوا ہے اس تناظر میں زیر نظر مقالہ میں اسلام کے نظام عدل و عدلیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ (ادارہ)

عدلیہ کی آزادی۔ قانون کی حاکمیت:

عدلیہ کی آزادی، ریاست کی سیاست اور خود مختاری کی علامت ہے، اس لئے اصل قضاء وہ ہے جو اجنبی قوموں کے تسلط سے آزاد ہو، قانون ساز ادارہ یعنی مقننہ گورنمنٹ کے اعتبار سے عدلیہ سے بلند ہے لیکن عدلیہ کی خود مختاری میں مداخلت کرنا اس کے لئے بھی جائز نہیں۔ تمام اقوام کے دساتیر اسی پر متفق ہیں۔^(۱)

قضاء کی خود مختاری قانون کی برتری کی ضمانت ہے اور قانون کی برتری معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق کی ضمانت ہے۔ عدلیہ کے دائرہ اثر سے ریاست کا کوئی فرد خارج نہیں ہو سکتا نہ ہی حکومت وقت کو عدلیہ پر اثر انداز ہو کر ظلم پر آمادہ کرنے اور حق و عدل سے روکنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

عدل و انصاف کا قیام ایک عظیم معاشرتی ضرورت ہے، کیونکہ بعض فطری میلانات کے عدم اعتدال سے فساد پیدا ہوتا ہے عدلیہ ان میلانات کو اعتدال پر رکھتی ہے۔ چرچل سے ایک دفعہ کہا گیا کہ برطانیہ کے انتظامی اور سیاسی عملے میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر اس نے پوچھا۔ عدلیہ کیسی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ وہ درست ہے۔ اس نے کہا کہ پھر تو کوئی اندیشہ نہیں یہ اس لئے کہا کیونکہ عدلیہ سے بگاڑ درست ہو جاتا ہے۔

برطانیہ میں ملکہ برطانیہ اگر قتل کر دے تو اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔ قانون کی اس محکومی کو دیکھ کر حکیم مولن پکارا تھا: ”قانون مکڑی کا جالا ہے طاقتور اس کو توڑ کر نکل جاتا ہے اور کمزور پھنس جاتا ہے“

مولانا ابوالکلام ایک قدم اور آگے آئے وہ فرماتے ہیں ”دنیا میں سب سے زیادہ نا انصافیاں میدان ہائے جنگ کے بعد عدالت کے کٹہرے میں ہوئی ہیں“

اسلام نے عدلیہ کی بالادستی کا جو تصور پیش کیا ہے دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے عدلیہ کا انتظامیہ کی بے جا مداخلت سے آزادی اور اس کی بالادستی قیام عدل کی بنیادی شرط ہے یہ اسلام کی عظمت اور آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ قانون کو حاکمیت Rule of Law بخشی۔

قرآن کریم: وَاِنْ اَحْكَمَ بَيْنَهُمْ بِمَا انْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اِنْ يَفْتَنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا انْزَلَ اللّٰهُ الْيَكُ (۲)

اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے۔ اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھیے کہ وہ آپ کو اللہ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بچلا دیں۔

وَاَنْزَلْنَا الْيَكُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا انْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمَنْهَاجًا۔ (۳)

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو بھی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا مَفْصَلٌ مِنْ كَانَتْ قَبْلَكُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكَوْهُ وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِیْهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْمَتَدَّ وَإِیمَ اللّٰهُ لَوَ انْ نَاضَمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَرَقَ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا۔ (۴)

اے لوگو! تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے گمراہ ہوئی ہیں کہ ان کے اونچے درجے کے لوگ جب چوری کرتے تھے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کم درجے کے لوگ چوری کرتے تھے تو ان کو مقررہ سزا دیتے تھے خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو محمد ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ آپ کا فرمان اس موقع پر تھا جب قریش کے قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا۔ قریش کے کہنے پر اس کی جاس پر آپ نے مذکورہ

الصدر ارشاد فرمایا۔

یہودیوں کے ایک مقدمہ زنا کی سماعت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کے بڑے عالم سے کہا کہ میں تم کو اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی تھی۔ تورات میں کیا زنا کی سزا وہی منہ کالا کرنا ہے جو تمہارے درمیان مروج ہے۔ اس نے کہا سچی بات یہ ہے کہ تورات میں تو اس جرم کی سزا رجم بتائی گئی ہے۔ مگر ہمارے شہزادوں میں جب زنا کی کثرت زیادہ ہو گئی تو ہم نے ان کو سزا دینا چھوڑ دیا اور کزور لوگوں پر یہ سزا بدستور نافذ کرتے رہے۔ بعد میں ہم نے مشورہ کیا کہ ایسی سزا مقرر کرنی چاہیے جو سب پر نافذ کی جاسکے۔ چنانچہ ہم نے کچھ مار پیٹ اور منہ کالا کر کے مجرم کا جلوس نکالنے کی سزا مقرر کر دی۔ اور رجم ترک کر دیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا ہے جسے ان لوگوں نے معطل کر دیا تھا (۵) اور پھر ان یہودی زانیوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا جن کا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔ اس واقعہ کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیات اکملیس تا سینتالیس نازل ہوئی ہیں۔ تورات میں شادی شدہ عورت سے زنا کی سزا سنگسار کرنا تھی۔ (۶)

عبداللہ بن جبیر خزاعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی یا مسواک تھا جس سے ایک شخص کے پیٹ میں چوٹ آ گئی اس نے کہا او جعتنی فاقدنی، آپؐ نے مجھے درد پہنچایا ہے۔ اس لئے مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیں۔ آپؐ نے وہی شاخ اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا ”استقر“ بدلہ لے لو اس شخص نے آپؐ کا پیٹ مبارک چوم کر کہا میں نے آپؐ کو معاف کر دیا۔ امید ہے آپؐ قیامت کے روز میری شفاعت کریں۔“ (۷)

اس قسم کے مختلف واقعات ہیراجن کے متعلق عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:

وقد رأیت رسول اللہ ﷺ اقص من نفسه (۸)

میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات سے بھی بدلہ دیتے تھے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی ذات سے بدلہ لینے کا حق دیا ہے۔

ابو بکرؓ نے بھی ایک شخص کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت سعیدؓ کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا۔ (۹)

رسول اللہ ﷺ اپنی آخری بیماری میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

ایہا الناس من کنت جلدتہ ظہر فہند اظہری فلیستقر منہ ومن کنت

مشتمت لہ عرضا فہذا عرضی فلیستقر منہ ومن اخذت لہ مالا فہذا مالی فلیاء

خترمة ولا یخشی اللہ ولا یرحمہ اللہ (۱۰) rasailojaraid.com

من اخذ منى حقا ان كان له او عللى فلقيت ربي وانا طيب النفس ثم نزل
فصلى الظل ثم رجع الى المنبر فعاد للمقالة الاولى (۱۰)

لوگوں میں نے جس کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ اور اگر میں نے کسی کی عزت پر سب و شتم سے زیادتی کی ہو تو میری عزت حاضر ہے اس سے بدلہ لے لے اور اگر میں نے کسی کا مال دبا لیا ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے اس میں سے اپنا حق لے لے اور میری طرف سے ناراضی کا خطرہ بھی دل میں نہ لائے۔ کیونکہ میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو اپنا حق اگر ہے تو مجھ سے لے لے تاکہ میں اطمینان قلب سے اپنے رب کے دربار میں پیش ہوں یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے پھر ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ دوبارہ منبر پر تشریف لائے اور پھر یہ کلمات دہرائے۔

خلفائے راشدہ حضرت ابو بکر صدیق
ايها الناس قد وليت عليكم وليست بخير كم ان
احسنت فامينونى وان اسأت نقومونى - اطيعونى ما اطمت الله ورسوله نازا
عصيت الله ورسوله فلا طاعه لى عليكم - (۱۱)

لوگو! مجھے تمہارا امیر بنا دیا گیا ہے جب کہ میں تم سے افضل نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا کام کروں تو مجھے سیدھا کر دینا اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہوں اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تمہارے ذمہ میری اطاعت نہیں۔

سیدنا فاروق: ان رأيتم فى اعوجاجا فقوموه . فيقول الرجل والله لورائينا فيك
اعوجاجا لالقوضاه بمد سيونتا فيقول عمر الحمد لله الذى جعلنى فى انه محمد
من يقوم اعوجاج عمد - (۱۲)

اگر تم مجھ میں ٹیڑھاپن دیکھو تو اسے سیدھا کر دو تو ایک نے کہا اللہ کی قسم اگر ہم نے آپ میں ٹیڑھاپن دیکھا تو تلوار کی نوک سے سیدھا کر دیں گے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے امت محمدیہ میں ایسے شخص کو پیدا کیا جو عمر کے ٹیڑھاپن کو سیدھا کرے۔

ضعيفكم عندى قوى حتى اخزله الحق وقويكم عندى ضعيف حتى
اختر الحق منه (۱۳)

تم میں سے کمزور میرے نزدیک مضبوط ہے جب تک اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں سے مضبوط میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کروں۔

لوروت انى ما اكرم فمن سفيته فاجل لحة البحر تذهب بنا شرقا وغربا

فلن لیعجز الناس ان یولوا رجلاً منهم فان استقام اتبعوه وان جتف بقلوه فقال طلحه وما علیک لو قلت وان تحوج عزلوه قال لا التقل الكل فمن بعده۔ (۱۳)

کاش میں اور تم سمندر کے وسط میں ایک سفینہ میں سوار ہوتے جو ہمیں شرق و غرب میں لئے بھٹکتا اس صورت میں یہ لوگ یقیناً کس کو امیر بنالیتے ہیں اگر وہ صحیح چلتا تو یہ اس کی اطاعت کرتے اور اگر غلط چلتا تو قتل کر دیتے۔ حضرت طلحہؓ فرمانے لگے کہ اگر آپ یوں کہہ دیں کہ اگر وہ غلط چلتا تو اسے معزول کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ اس کا قتل آنے والے حاکم کے لئے زیادہ عبرت آموز ہے۔

وحینما اسلم ملک الفسانہ جبلة ابن الایلعلم جاء الی الکعبة واغزیا لطواف فدامس امر الاعراب علی ازاره فلطمه فاشتکی الاعرابی الی عمر بن الخطاب فاحضر جبلة وحکم بان یضربه الاعرابی فقال حیلہ انا امیر وهو سوقة فقال عمر کلمة الاسلام سادی بینکما (۱۵)

شاہ عسائہ جبلة بن الہمم جب مسلمان ہوا تو حرم شریف میں حاضر ہو کر طواف کر رہا تھا کہ کسی اعرابی کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا جس پر اس نے اعرابی کو تھپڑ رسید کیا اعرابی شکایت لے کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا آپؓ نے جب کو طلب فرما کر فیصلہ فرمایا کہ اعرابی اسے تھپڑ مار کر بدلہ لے لے اس پر جبلة نے کہا میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے یہ کس طرح مجھ سے قصاص لے سکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا اسلام نے تم دونوں کو حقوق میں برابر کر دیا ہے۔

حضرت عثمانؓ : ایک دفعہ ایک مجمع میں فرمایا: اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا کوئی دعویٰ ہو تو میں حاضر ہوں اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے معاف کر دے۔ (۱۶)

فقہائے حنفیہ کا فتویٰ: اور فقہائے حنفیہ کا فتویٰ یہی ہے کہ قاضی امیر المومنین اور اسکے عمال اور اس طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے۔ قاضی خان فرماتے ہیں:

ویجوز قضاء القاضی للامیر الذی ولاہ وکذلک قضاء القاضی الاسفل للقاضی الاعلی وقضاً الاعلی للقاضی الاسفل۔ (۱۷)

قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمات کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اور اس طرح قاضی اعلیٰ قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور قاضی اسفل قاضی اعلیٰ کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری کے متعلق امام اعظمؒ کی رائے یہ تھی کہ قاضی کا حکم خود خلیفہ پر بھی نافذ ہونا چاہیے اور اگر قاضی اپنا فیصلہ حکمران اور اس کے عمال پر نافذ نہ کر سکتا ہو تو اسے قضاء کا عہد قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہیے۔

عدلیہ اور انتظامیہ

اسلامی عدلیہ انتظامیہ سے متاثر نہیں: جسٹس امیر علی نے اپنی مشہور تصنیف میں پروان ہمیر کا یہ قول نقل کیا ہے۔

”اسلامی نظام اپنی ابتداء ہی میں زبانی و عملی ہر دو اعتبار سے عدلیہ اور انتظامیہ کے مابین تفریق کا اعلان کرتا ہے۔“ (۱۸)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ میں فتوحات بکثرت ہونے کی وجہ سے جب حکومت کا کام بڑھ گیا تو حکومت کے مختلف شعبوں کی باقاعدہ تنظیم ہوئی اور اس وقت نہ صرف خلیفہ کے لئے بلکہ ان کے مقرر کردہ نائب (گورنروں) کے لئے بھی انتظامیہ اور عدالتی امور سرانجام دینا دشوار ہو گئے اور رعایا کی سہولت بھی اسی میں تھی کہ عدالتی امور کو انتظامی امور سے آزاد کر دیا جائے۔ زہری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عدلیہ کا کام جناب علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا تھا۔ اور ابن خلدون کہتے ہیں کہ دار الخلافہ میں نبیہ بنہ بنہ قضاء کا کام حضرت ابوالدرداءؓ جالبی کے سپرد کیا تھا اور بصرہ میں شریع کے اور کوفہ میں ابو موسیٰ اشعری کے ذمہ تھا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک ابدی دین ہے وہ سیاست و حکمرانی کے لئے ایسی بنیادی ہدایات دیتا ہے جن کی روشنی میں ہر زمانہ کے مطابق انتظامی جزئیات اور طریق کار کو خود طے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات کہ عدلیہ انتظامیہ سے بالکل الگ رہے یا اس کے ساتھ وابستہ اس بارے میں کوئی ایسا متعین حکم نہیں دیا گیا جو ہر دور میں ناقابل تبدیل ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو بیک وقت انتظامیہ اور عدلیہ دونوں کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ خلفائے راشدین میں بھی یہی طرز عمل رہا مگر بعد کی اسلامی حکومتوں میں اس طریق کو بدل دیا گیا اور امیر المومنین کو انتظامیہ کا اور قاضی القضاۃ کو عدلیہ کا سربراہ بنایا گیا اور کسی بھی دور میں حکمرانوں کی امانت و دیانت پر اگر بھروسہ نہ رہے تو عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد کر دیا جائے تاکہ عدل و انصاف متاثر نہ ہو۔

قاضی کی سروں کا تحفظ: عدالت کی آزادی خود مختاری کے خلاف سب سے خطرناک ہتھیار جج کو بلا کسی وجہ کے اپنے عہدہ سے معزول کر دیتا ہے۔ اسی لئے عدالت کی خود مختاری برقرار رکھنے کے لئے دساتیر میں اس کی ضمانت دی گئی ہے کہ تجوں کو اس وقت تک ان کے عہدے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا جب تک ان پر پیشہ ورانہ بددیانتی کا الزام ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ آج کل دنیا کی تمام حکومتوں میں عدالتوں کے تجوں کو کسی واضح الزام کے بغیر ان کے عہدوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

ولیس للولی غزل القاضی ما دام ميقما علی الشرائط لانه بالولاية يصير

ناظر للمسلمین علی سبیل المصلحة لاعن الامام (۱۹)

حاکم کو قاضی کے عزل کا حق حاصل نہیں ہے جب تک وہ شرائط پر قائم ہو۔ کیونکہ منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد وہ علی سبیل المصلحہ مسلمانوں کے امور کا نگہبان اور ان کے حقوق کا نگہبان ہوتا ہے نہ کہ امام کی جانب سے۔

تاہم اسلام کے نظام عدل میں قاضی کی بالادستی کی بجائے قانون کی بالادستی ہے اور خلیفہ وقت کی طرح قاضی القضاۃ بھی جواب دہ ہے۔ اگر اس چیف جسٹس پر بھی دعویٰ ہو جائے تو دوسرے قاضی کی عدالت میں باقاعدہ اس کی سماعت ہوگی۔ فقہائے حنفیہ کا فتویٰ یہی ہے کہ قاضی امیر المؤمنین اور اس کے عمال اور اس طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے۔

ويجوز قضاء القاضی للامير الذی ولاه وكذلك قضاء القاضی الاسفل للقاضی الاعلیٰ وقضاء الاعلیٰ للقاضی الاسفل (۲۰)

قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمے کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اور اس طرح قاضی اعلیٰ قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور قاضی اسفل قاضی اعلیٰ کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

حضرت فاروقؓ کا ارشاد ہے: لودوت انی وایاکم فی سفینۃ فی لجة البحر تذهب بنا شرقا وغربا فلن لیعجز الناس ان یولوا رجلا منهم فان استقام اتبعوه وان جتف قتلوه فقال طلحه وما علیک لوقلت وان تعوج عزلوه قال لا القتل التکل لمن بعده۔ (۲۱)

حضرت عمرؓ کی خواہش یہ تھی کہ کس بھی منصب پر فائز شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے عبرت ناک سزا ملنی چاہیے۔

توہین عدالت کا قانون

قاضی اور عدلیہ کا وقار: قیام عدل کے لئے عدلیہ اور قاضی کا وقار ایک بنیادی ضرورت ہے۔ عدلیہ کا وقار اور جج کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو وہ سارے وسائل اختیار کرنے چاہئیں جو وہ کر سکتی ہے۔ اور ایسا کرنا قاضی پر احسان نہیں بلکہ معاشرہ کا وقار اور صحیح نظام قائم رکھنے کے لئے یہ ایک ناگزیر عمل ہے۔ اور لوگوں کے لئے بھی اپنے جیسے انسان کی قدر و عظمت اور اسکے احکام کی تعمیل صرف اس صورت میں ممکن ہے جب جج اور عدلیہ کا وقار اور عظمت ہر قیمت پر قائم رہے۔ البتہ اسلامی نظام عدل میں خلیفہ وقت اور قاضی سے بڑھ کر قانون کو حاکمیت حاصل ہے اور یہی عدالت کی روح ہے، عصر حاضر کے مروجہ قانون میں بھی توہین عدالت ایک جرم ہے توہین عدالت سے مراد ہر وہ کام ہے جو عدلیہ کے وقار اور جج کی Status کے خلاف ہو

قرآن کریم: فلاوریک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لایجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلمو تسلیما۔ (۲۲)

پھر تم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے نصیحت کرادیں پھر اس کے بعد آپ کے نصیحت سے اپنے دلوں میں تلخی نہ پادیں اور

پورا پورا تسلیم کر لیں۔
مفسرین کی آراء

حکیم الامت مولانا تھانویؒ: آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے فیصلہ کرا دیں۔ (۲۳)

مفتی محمد شفیعؒ مفسرین نے فرمایا کہ ارشاد قرآنی پر یہ عمل آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں آپ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں خود بلا واسطہ آپ سے رجوع کیا جائے۔ اور آپ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے۔ (۲۴)

آیت مذکورہ الصدر کے ذیل میں مفسرین کرام کی تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شرعی عدالت کے ہر قاضی اور اس کے ہر شرعی فیصلہ کو یہ عظمت و وقار حاصل ہوگا۔

دو تار بخنی واقعے: ابوالموفق سیف بن جابر عہد عباسی میں قاضی واسطہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ترش کلامی کی تو قاضی نے اسے قید کر دیا۔ سلیمان بن شیخ نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی ذات کیلئے اسے قید کیا ہے کیونکہ قاضی کے حکم کی توہین دراصل قانون اسلامی کی توہین ہے اور قانون اسلامی کی توہین پورے اہل اسلام کی توہین ہے۔ (۲۵)

ایک قاضی کے ہاں دو شخصوں کا مقدمہ ہوا مگر مدعی علیہ نے پہل کر کے اپنے آپ کو مدعی بنادیا صاحب حق اپنے فریق مخالف پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑا۔ قاضی ابن جربویہ اس قدر اس کی حرکت پر چیخے کے عدالت اس ڈانٹ سے بھر گئی اور پھر کہا کہ اللہ تجھے کبھی نہ ہسائے کیوں ہنس رہا ہے۔ اللہ تجھے عارت کرے تو ہنس رہا ہے جب کہ تیرا قاضی جنت اور جہنم کے درمیان معلق ہے۔ قاضی کا اس شخص پر اتنا رعب ہوا کہ وہ تین ماہ بیمار پڑا رہا اور جب اس کے ساتھی نے اس شخص سے ملاقات کی اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا اب تک قاضی کی چیخ میرے دل میں ہے اور گھائل کئے دے رہی ہے۔ (۲۶)

دیگر امور اس کے علاوہ درج ذیل چند امور بھی توہین عدالت کے ضمن میں آتے ہیں اور ان پر تحریر ہے۔

۱۔ عذر کے بغیر عدالت کے سمن کی عدم تعمیل ۲۔ جھوٹی گواہی

۳۔ جھوٹا بیان ۴۔ دعویٰ سے ہٹ کر فریقین میں گالی گلوچ۔ (۲۷)

عدالت کے سمن کی عدم تعمیل

قرآن کریم و اِذَا دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مَّعْرُضُونَ۔ (۲۸)

اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے (اور ان کے خصوم کے) کے درمیان فیصلہ کر دے دیں تو تمہیں ان میں کا ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے۔

مفسرین اور فقہاء: ابوبکر الجصاص اس مذکورۃ الصدر کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (۲۹)

هذا يدل على ان من ادعى على غيره حقاً ودعاه الى الحاكم فعليه

اجابته والمصيو معه اليه

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے خلاف کسی حق کا دعویٰ کرے اور اسے قاضی کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے بلوائے تو مدعی علیہ پر اس کے ساتھ عدالت میں جانا واجب ہے۔ کیونکہ ”جب ان کو اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے“ اس سے مراد اللہ کے حکم کی طرف بلایا جاتا ہے جو حکم قاضی نے نافذ کرتا ہے۔ نیز آیت کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص قاضی کے پاس آ کر کسی شخص کے خلاف اپنے حق کا دعویٰ کرے تو قاضی پر مدعی علیہ کو حاضر کرنا مدعی کی اعانت کرنا اور غاصب اور مدعی کے حق کی درمیان رکاوٹ بننا واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت سرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص کو قاضی کی طرف بلایا گیا ہو اور وہ پیش نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس کا کوئی حق نہیں“

لان قوله تعالى واذا دعوا الى الله معناه الى حكم الله ويدل على من

اتى الحاكم فادعى على غيره حقاً ان على الحاكم ان يعديه ويحضره ويحول بينه وبين تصرفه واشغاله وقد روى عن سمره قال قال رسول الله ﷺ من دعى الى سلطان فلم يجب فهو ظالم لاحق له. وعن ابى الاشهب عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ من دعى الى حاكم من حكام المسلمين فلم يجب فهو ظالم لاحق له فهذا الاجتناب موطن لما دلت عليه الآية.

۲۔ ”انما كان قول المؤمنين اذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا واطعنا“ واؤثنتك هم المفلحون۔ (۳۰)

(آیت مذکورۃ الصدر) تاکید لما تقدم ذكره من وجب الاجابة الى الحكم اذا دعوا اليه وجعل ذلك من صفات المؤمنين ودل على ان من دعى فعليه الاجابة بان يقول سمعنا واطعنا ثم يصير معه الى الحاكم۔ (۳۱)

اور جب مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اس آیت میں ہمارے سابقہ بیان کے مطابق اس امر کی تاکید ہے کہ جب مسلمان کو عدالت میں طلب کیا جائے وہ فوراً حاضر ہو اور اس حاضری کو اللہ نے مؤمنین کے اوصاف میں شمار فرمایا ہے اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جسے بلایا جائے اس پر حاضر ہونا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ مؤمنین کا قول ”سمعنا واطعنا“ قرار

دیا گیا ہے چنانچہ اطاعت کے تقاضہ کے مطابق بلانے والے کے ہمراہ حاکم وقاضی کے پاس فوراً حاضر ہو جائے۔
اس لئے فقہائے کرام نے اجازت دی ہے کہ فریق مقدمہ کو بہر صورت عدالت میں جبراً حاضر کیا جائے اور
اس کی ہٹ دھرمی کی مناسبت سے اس کے ساتھ سلوک کیا جائے اور شرعی تعزیری دی جائے۔

فقہائے امت

ابن ابی الدم الحموی: اذا استعیری الحاکم رجل علی رجل وطلب منه اخصار الی
مجلس الحكم لمخاصمته بعث الحاکم الیہ رجلاً من اجریائہ او خاتمہ او طینا
فحتوما بخاتمہ الی المطلوب لاخصارہ ویجب علی المرعوا الاجابہ الا ان یوکل
اور یقض الحق الی الطالب فان امتنع من ذلك کله بعث الحاکم الی صاحب
الشرطۃ عرفہ ذلك لیحضرہ الیہ فان حضر عززہ علی امتناعہ بما یلق بہ ان لم
یبرعذرا۔ (۳۲)

اگر کوئی شخص قاضی کے پاس کسی شخص کی زیادتی کا دعویٰ لے کر حاضر ہو اور اس مدعا علیہ کو عدالت میں طلب
کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اپنا اہل کار یا من مطلوبہ شخص کی طرف بھیجے اور اسے عدالت میں طلب کرے۔ مطلوبہ
شخص کے لئے عدالت میں حاضری ضروری ہوگی ہاں اگر کسی شخص کو وہ وکیل بنالے یا مدعی کو اس کا حق دے دے تو
حاضری واجب نہ رہے گی۔ اگر ان تمام باتوں سے انکار کر دے تو قاضی پولیس کے ذریعے اسے عدالت میں حاضر
کرا دے اور جب وہ پیش ہو تو اگر غیر حاضری کا کوئی قابل قبول عذر پیش نہ کر سکے تو اسے تعزیری سزا دے۔

علامہ سمنانی: "واذا امتنع الخصم عن الحضور مع خصمه قبل ان یدعوه
القاضی الی الحكم لم یکن للحاکم تادیبہ علی ذلك وان قلتارنہ یاثم اما اذا
ورثہ طینہ القاضی وخاتمہ والمحضر فان القاضی یحضرہ بالو الی ویقدم مما
یراہ من تادیبہ اذا شہرہ عنہ شاہدان بامتناعہ عن الحضور ان شاء جلسہ قلیلاً
وان شاہ کثیراً (۳۳)

اگر مدعی علیہ مدعی کے ساتھ قاضی کے طلب کرنے سے پہلے عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کر دے تو اس پر قاضی
اس کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اس پر بھی وہ گنہگار ہوگا، لیکن اگر اس کے پاس قاضی کی
طرف سے سمن، مہر یا بیلٹ آجائے تو پھر (غیر حاضری کی صورت میں) قاضی اسے حکومت کے ذریعے حاضر کراہے
اور اپنی صوابدید کے مطابق اسے تعزیری سزا دے اگر دو گواہ اس کے بارے میں یہ گواہی دے دیں کہ اس نے
عدالت میں حاضری سے پس و پیش کی قاضی کو چاہے تعزیری یا سزا دہریت کیلئے اسے گرفتار کر دے۔ (جاری ہے)